# هَلۡ مِنۡ مُغِیۡث

(علی کا بیٹا موّرخوں سے زبان دانوں سے کہہ رہا تھا)

تقریظ و تہذیب

مظہر عباس چودھری

ترتیب و تزئین

شہلا فاطمہ، نائلہ فاطمہ

علیؑ کا بیٹا موزخوں سے زبان دانتوں سے کہہ رہا تھا

# ھَل مِن مُغِیث

ترے استغاثے میں وہ کاٹ تھی
کہ جس سے رگِ زورِ باطل کٹی

تقریظ و تقریب

آقائے مظہر عباس چودھری

ترتیب و تزئین

شہلا فاطمہ، نائلہ فاطمہ


ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؑ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 35425372

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ



مجموعہ منظومات : **هَل مِن مُغِيث**

تقریظ وتہذیب : آقائے مظہر عباس چودھری

ترتیب وتزئین : شہلا فاطمہ، نائلہ فاطمہ

اہتمام : علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم

ناشر : ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

اشاعت اوّل : مارچ 2011ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

# اِدارہ مِنہاجُ الصَّالِحِین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

# اھدا

فرزندِ رسولؐ حسین علیہ السلام

اور

اُن کے رفقائے شہداءؑ

کے حضور

برائے ایصالِ ثواب

والدین مرحومین

بیگم و چودھری محمد اسلم بھنڈر

o

وہ جو نورِ چشمِ بتولؑ تھا، جو گلِ ریاضِ رسولؐ تھا
اُسی ایک شخص کے قتل سے، بری کتنی صدیاں اداس ہیں
(احمد ندیم قاسمی)

o

صدا لگا کے مدد کی، ستم کے صحرا میں
کسی کو جب نہیں پائیں گے ساری دنیا میں
تو خیمہ گہ کی طرف آنکھ اٹھائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ
(علی کمیل قزلباش)

o

# نظمِ جدید میں ذکرِ کربلا

کربلا ایسا زندہ و تابندہ استعارہ ہے جس نے دنیاے عالم کے ہر ادب کو متاثر کیا اور اہلِ زبان و ادب حق گوئی، حق پرستی، بے باکی اور حریت و آزادی کے اس سمبل (Symol) کو اپنی نظم و نثر میں سجا کر صدیوں سے اپنی تحریروں کو امر کرتے رہے، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ تحریریں کربلا بسانے اور حسینیت کو اپنانے کا درس دیتی ہیں۔ کیوں کہ

مظلومیت کی سرخ علامت حسینؑ ہے
ظالم کے سر پہ تیغ قیامت حسینؑ ہے
ششدر ہیں جس کے ذکر سے اقوامِ شرق غرب
مظہر وہ معجزہ و کرامت حسینؑ ہے

یا پھر:

کربلا کربلا اُجالا ہے
خون نے روشنی کو پالا ہے
تم جسے موت سے ڈراتے ہو
موت پہ خود جھپٹنے والا ہے

عربی اور فارسی زبان و ادب میں شہداے کربلا کی ثنا، رثا اور عزا کے دفتر بند ہیں تو اردو مرثیہ اپنی مخصوص و معروف ہیئت اور وسعتِ مضامین کے لحاظ سے اُن سے بھی وقیع و رفیع ہے۔ کربلا کے حوالے سے قصائد، مناقب، سلام اور نوحے اس پر مستزاد ہیں۔ اردو زبان جاننے والا کوئی ایسا فرد و بشر نہیں کتب و رسائل کے علاوہ سمعی و بصری ذرائع ابلاغ سے ذکرِ کربلا نہ سنتا ہو۔

شہدائے کربلا کے فضائل و مصائب، روایات تاریخ و مقاتل اور مجالس پر مبنی نثری عزائی ادب بھی روز بروز بڑھتا، پھیلتا اور دلوں میں گھر کرتا چلا جا رہا ہے۔ البتہ آج ہم جس موضوع پر بات کرنے جا رہے ہیں وہ ہے جدید اردو نظم میں کربلا کا تذکرہ ہے۔

پروفیسر احتشام حسین کے مطابق:

"نظم کا لفظ مختلف سلسلوں میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ کبھی غزل کو الگ کر کے باقی تمام اصناف کو نظم کہہ دیتے ہیں لیکن جب نظم کا لفظ شاعری کی ایک خاص صنف کے لیے استعمال ہوا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اشعار کا ایسا مجموعہ جس میں ایک مرکزی خیال ہو۔ اس کے لیے کسی موضوع کی قید نہیں اور نہ اس کی ہیئت معین ہے۔ ایسی نظم کو اردو کی قدیم اصناف سے الگ ہی رکھا جاتا ہے، جن کی علیحدہ حیثیت اور تاریخ ہے۔ جیسے مثنوی، مرثیہ قصیدہ رباعی، نظم کا لفظ جب شاعری کی ایک مخصوص صنف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وہ نظمیں مقصود ہوتی ہیں جن کا کوئی حسین (سا) موضوع ہو اور جن میں فلسفیانہ۔ بیانیہ یا منظرانہ انداز میں شاعر نے کچھ خارجی اور کچھ داخلی دونوں قسم کے تاثرات پیش کیے ہوں"۔

اس اقتباس سے ہر قاری شاعری کی خاص صنف نظم سے واقف ہو گیا ہو گا۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مغربی شاعری کے زیر اثر نظم میں کئی نئے تجربات ہوئے اور پابند نظم کے ساتھ ساتھ معرا نظم (بغیر قافیہ کے Blank Verse)، آزاد نظم (بغیر بحر کے Free Verse) اور نثری نظم (Prose Poetry) بھی لکھی جانے لگی۔ اس کے علاوہ تین مصرعوں کی جاپانی نظم ہائیکو (Haiku) اور انگریزی نظم (Sonnet) بھی لکھی جا رہی ہے۔

اب ہم جدید نظم کے ارتقا سے قطع نظر ایسی عزائی و کربلائی نظموں کا مطالعہ کرتے ہیں جو سید الشہدا امام حسین علیہ السلام اور اُن کے رفقائے نیک نام کی شجاعتوں اور شہادتوں کے ساتھ

ساتھ اسیرانِ کوفہ وشام کی عظمتوں اور عزیموں کا بیان لیے ہوئے ہیں۔اس سلسلے میں فی الحال نظم نگاروں کی نظموں کو شعرا کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے لحاظ سے یکجا کیا گیا ہے۔چوں کہ نظم کو وہ فروغ حاصل نہیں ہوا جو مرثیہ وسلام اور نوحہ وغیرہ کو حاصل ہو چکا ہے، لہٰذا حضرت ناشر علامہ ریاض حسین جعفری لائق تحسین ہیں کہ انھوں نے دُنیاوی لحاظ سے غیر منافع بخش اس مجموعہ کو چھاپنے کی نہ صرف حامی بھری، بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔عزیزی شہلا فاطمہ ایم اے اور عزیزی نائلہ فاطمہ ایم اے بھی قابل داد ہیں کہ اُنھوں نے مختلف کتب ورسائل اور دیگر ذرائع سے بہت سی نظمیں راقم الحروف کو بہم پہنچائیں اور اُن پر تقریظ لکھنے کے ساتھ ساتھ تقریب رونمائی کا ثواب حاصل کرنے کا موقع دیا۔ہم شاملِ کتاب، معاصر شعرائے عظام (نظم نگاران) کے بھی ممنون ہیں کہ اُنھوں نے ہمارے اور اپنے امام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتنی خوب صورت اور پُرتاثیر نظمیں تخلیق کیں۔میں نے اس کتاب کا نام بھی ھل من مغیث اسی لیے رکھا ہے کہ

علیؑ کا بیٹا مؤرخوں سے زبان دانوں سے کہہ رہا تھا

"وہ لفظ ڈھونڈو، وہ حرف کھولو

عبارتوں میں اس ایک لمحے کو زیر کرتا

قلم کے بس میں نہیں ہے شاید"

اگرچہ جدید نظم کو ابتدا سے انتہا تک یا آغاز سے انجام تک پڑھنے ہی سے نظم نگار کی رفعتِ فکر اور نظم کا فلسفہ ومفہوم (Theme) سمجھ میں آتا ہے البتہ یہاں سرسری تعارف کروا کر مشمولاتِ کتاب کی فہرست مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ قارئین کے مشامِ جاں کو شمیم کربلا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے معطر کرنا بھی مقصود ہے۔

| | |
|---|---|
| اختر جعفری | اقتناع کا مہینہ |
| اختر کاظمی | حسینؑ تیرا چلن رہے گا! |
| سرار زیدی | دسویں روز کی شام |
| افتخار عارف | صدائے استغاثہ |
| اقبال ساجد | آنسوؤں کے موسم میں |
| امجد اسلام امجد | سلام |
| آل رضا | سلام (نظم) |
| پروین شاکر | شامِ غریباں |
| پروین حیدر | حسینؑ حسینؑ |
| تنویر سپرا | حدیثِ کربلا |
| توصیف تبسم | نوحہ (نظم) |
| جلیل ہاشمی | بھنور کا لہو |
| جوش ملیح آبادی | وہ حسینؑ! |
| حریم حیدر | تشنگانِ فرات |
| حسن رضا غدیری | اے کربلا |
| حسن ناصر | شبِ عاشور |
| حفیظ جالندھری | یہ بالیقین حسینؑ ہے |
| حمید یوسفی | عرصۂ محشر |
| خالد شریف | حسینؑ تم کو سلام پہنچے |
| خورشید رضوی | یا حسینؑ |
| راشد متین | فرات اُس دن بھی بہہ رہا تھا |

| | |
|---|---|
| رضا ہمدانی | ذبحِ عظیم |
| ریاض حسین چودھری | التجائے عزیزانِ کربلا |
| سجاد بخاری | سانحۂ کربلا |
| سلطان صبروانی | نذرِ حسینؑ |
| سید وقار افضل | تشنہ لب کوئی نہیں |
| شاکر کنڈان | پیکرِ صدق وصفا |
| صفدر سلیم سیال | حسینؑ محسنِ سفر |
| ظہور نظر | اے حسینؑ |
| عارف عبدالمتین | مرے حسینؑ |
| عبدالعزیز خالد | جلالِ کربلا |
| علی کمیل قزلباش | سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ |
| عین سلام | نذرِ اہلِ بیتؑ |
| فیض احمد فیض | مرثیہ امام عالی مقام (ناقدین مرثیہ کے مطابق یہ نظم ہی ہے مرثیہ نہیں ہے) |
| فیض رسول | اے حسینؑ ابنِ علیؑ! |
| فارغ بخاری | سلام تجھ پر! |
| کشور ناہید | امامِ عالی |
| مجید امجد | جلتے رہے...... |
| محمد جان عاطف | زمینِ کربلا |
| محمد شفیق انصاری | حسینی ماہیے |
| محمد طفیل خریں | بحضور شہزادۂ کونین |

| | |
|---|---|
| محمد فیروز شاہ | حسینؑ لاکھوں سلام تم پر |
| مرتضیٰ برلاس | درسِ تکمیلِ دیں |
| مشیر کاظمی | حسینؑ خاموش کیوں کھڑا ہے |
| مصطفیٰ زیدی | اے کربلا، اے کربلا |
| مظفر نقوی | حسینؑ اور کربلا |
| مظہر عباس چودھری | اذنِ جہاد |
| | حسینؑ اپنی محبت کے یوں چراغ جلا |
| نعمان منظور | اے شامِ غریباں |
| نور بجنوری | لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا |

اب میں آپ کے اور ان عظیم نظموں کے درمیان مزید حائل نہیں رہنا چاہتا، پڑھیے اور عشقِ حسینؑ میں جیے مریے

خاکِ پائے حسینؑ

مظہر عباس چودھری

# سلام اُس پر!

احمد فراز

حسینؑ!

اے میرے سر بریدہ

بدن دریدہ

میں کربلا کے لہو لہو دشت میں تجھے

دشمنوں کے نرغے میں

تیغ در دست دیکھتا ہوں

میں دیکھتا ہوں

کہ تیرے سارے رفیق

سب ہم نوا

سبھی جاں فروش

اپنے سروں کی فصلیں کٹا چکے ہیں
گلاب سے جسم اپنے خوں میں نہا چکے ہیں
ہوائے جاں کاہ کے بگولے
چراغ سے تابناک چہرے بجھا چکے ہیں
مسافرانِ رہِ وفا لٹ لٹا چکے ہیں
اور اب فقط تُو!
زمین کے اس شفق کدے میں
ستارۂ صبح کی طرح
روشنی کا پرچم لیے کھڑا ہے
یہ ایک منظر نہیں ہے
یہیں سے تاریخ
اپنے تازہ سفر کا آغاز کر رہی ہے
میں آج اس کربلا میں
بے آبرو نگوں سر
شکست خوردہ خجل کھڑا ہوں
جہاں سے میرا عظیم ہادی
حسینؑ کل سُرخ رُو گیا ہے
میں جاں بچا کر
فنا کی دلدل میں جاں بلب ہوں
زمین اور آسمان کے عز و فخر
سارے حرام مجھ پر

وہ جاں لٹا کر
ستارۂ عرش چھو گیا ہے
سلام اُس پر!
سلام اُس پر!

# کربلا

احمد فرید

فراتِ جبرِ زمانہ کے خشک ساحل پر
پھر آج بھی وہی کرب و بلا کا منظر ہے
وہ چند خیمے جلے تھے جو صدیوں پہلے کہیں
اُنھی کی آگ مرے گھر تک آن پہنچی ہے
وہ ایک سیلِ بلا جو اٹھا تھا پہلے دن
اسی کی لہر مرے سر تک آن پہنچی ہے
بس ایک رات کی مہلت مجھے میسر ہے
اور اس کے بعد سحر کارزارِ ہستی میں
اِدھر یہ نیلا گریباں
اُدھر علم ہوں گے

مجھے خبر ہے کہ میرے جوان جذبوں کے ہاتھ
کسی کی تیغِ سیاست سے پھر قلم ہوں گے
یہ میرے خواب
مرے سادہ اور کم سِن خواب
پھر ایک بار یہاں ٹوٹ کر بکھرتے ہیں
اور اس کے بعد مرے ان یتیم اشکوں نے
اُداس شام کے زنداں میں بَین کرنے ہیں
مگر اے حرمتِ علم و ہنر قسم ہے مجھے
کسی یزیدِ زمانہ کے زورِ بیعت سے
جو ہو سو ہو مگر انکار مجھ کو آج بھی ہے
وہ ایک جنگ جو جیتی تھی ہار کر اس نے
اُسی کی طرح مجھے سچ سے پیار آج بھی ہے
اگر چہ اب بھی مرے فکر و فن کی شہ رگ پر
نظامِ ظلمتِ رفتہ کا کُند خنجر ہے
پھر ایک بار اسی خیر و شر کے جھگڑے میں
اِدھر میں تنہا اُدھر زور و زر کا لشکر ہے
فراتِ جبرِ زمانہ کے خشک ساحل پر
پھر آج بھی وہی کرب و بلا کا منظر ہے

☆☆☆☆☆

# امتناع کا مہینہ

(اختر حسین جعفری)

اس مہینے میں غارت گری منع تھی
پیڑ کٹتے نہ تھے، تیر بکتے نہ تھے
بے پر پرواز محفوظ تھے آسماں
بے خطر تھی زمیں مستقر کے لیے
اس مہینے میں غارت گری منع تھی
یہ پرانے صحیفوں میں مذکور ہے
قاتلوں، رہزنوں میں یہ دستور تھا
اس مہینے کی حرمت کے اعزاز میں
دوش پر گردنِ خم سلامت رہے
کربلاؤں میں اُترے ہوئے کاروانوں کی
مشکوں کا پانی امانت رہے

میری تقویم میں بھی مہینہ ہے یہ
اس مہینے کئی بختِ لب ساعتیں
بے گناہی کے کتبے اٹھائے ہوئے
روز و شب بَین کرتی ہیں دہلیز پر
اور زنجیرِ در مجھ سے کھلتی نہیں
فرشِ ہموار پر پاؤں چلتا نہیں
دل دھڑکتا نہیں
اس مہینے مَیں گھر سے نکلتا نہیں

# حسینؑ تیرا چلن رہے گا!

(اختر کاظمی)

حسینؑ! جب تُو صداقتوں کا علم اٹھائے
ستم گروں کے نگر میں پہنچا
تو تیرے قدموں کی چاپ میں بھی یہ ایک آواز گونجتی تھی
کہ سر کٹانا تو مجھ کو گوارا
مگر یہ ہرگز کسی بھی ظالم کے سامنے سر جھکا کے زندہ نہیں رہوں گا
ستم کا ساتھی نہیں بنوں گا
حسینؑ! تیرے لہو کے چھینٹے
جو کربلا کے ہر ایک ذرّے میں لعل بن کر چمک رہے ہیں
جہاں کی تاریخ حریت کے ورق ورق میں بسے ہوئے ہیں
حسینؑ! تیرے لہو کے چھینٹے
یزیدیت کے کریہہ چہرے پہ انگلیوں کا نشان بن کر ابھر رہے ہیں

# دسویں روز کی شام

اسرار زیدی

تباہ حال، لٹے قافلے کا سناٹا!
کبیدہ چہروں پہ رُک رُک کے جم گئے آنسو
بجز ردائے فلک اب سروں پہ کچھ بھی نہیں

نہ رزم خواں کوئی باقی یہاں، نہ تیغ و سپر
نہ چوبِ خیمہ، نہ گنبد، نہ کوئی پہرے پر
صفیں اُجڑ گئیں سب، ختم ہو چکا لشکر
علم نگوں ہے، سو کون اب اسے بلند کرے؟

ہر اک شہید کا تاراج و سر بریدہ جسد

نڈھال بھوک سے کوئی نہ لب پہ پیاس کا خون

فرات سامنے دو ہاتھ پہ مچلتا ہوا

خیام جلتے ہوئے، دشت خون اگلتا ہوا

☆☆☆☆☆

# صدائے استغاثہ

افتخار عارف

ھَل مِن ناصِرٍ یَنصُرنا
ھَل مِن ناصِرٍ یَنصُرنا
کیا کوئی ہے جو میری مدد کو پہنچے گا
کیا کوئی ہے جو میری مدد کو پہنچے گا
صدیوں پہلے دشتِ بلا میں اک آواز سنائی دی تھی
جب میں بہت چھوٹا ہوتا تھا
مری امی کہتی تھی
یہ جو صفِ عزا بچھتی ہے
اسی صدا کی بازگشت ہے
اسی صدا پر بستی بستی گریہ و زاری کا سامان کیا جاتا ہے

اور تجدید بیعت نصرت کا اعلان کیا جاتا ہے
تب میں پہروں بیٹھ کے پیارے
اچھے اچھے لوگوں کی باتیں سنتا تھا
سچے سچے لوگوں کی باتیں پڑھتا تھا اور
پہروں روتا تھا
اور اب برسوں بیت گئے ہیں
جن آنکھوں میں آنسو تھے اب ان آنکھوں میں حیرت ہے
سچائی کی گواہی دینے والے آخر ظالم کو
ظالم کہنے سے ڈرتے کیوں ہیں؟
موت سے پہلے مرتے کیوں ہیں؟

☆☆☆☆☆

# آنسوؤں کے موسم میں

اقبال ساجد

حسین تیرے لیے خواہشوں نے خوں رویا
فضائے شہرِ تمنا بہت اداس ہوئی

غبارِ ظلم پہ رنگِ شفق بھڑک کے اٹھا
زمیں پہ آگ بگولا گلوں کی باس ہوئی

غموں کو کاشت کیا آنسوؤں کے موسم میں
یہ فصل اب کے بہت دل کے آس پاس ہوئی

وہ پیاس جس کو سمندر سلام کرتے ہیں
ہوئی تو تیرے لبوں سے ہی روشناس ہوئی

جو تُو نے خون سے لکھی حسینؑ وہ تحریر
کتابِ صدق و صداقت کا اقتباس ہوئی

کبھی بجھا نہ سکے گی ترے چراغ کی لو
کہ جبکہ تیری امانت ہوا کے پاس ہوئی

دکھوں میں ڈوب گئی دشتِ کربلا کی سحر
ہوائے شام ترے غم میں بدحواس ہوئی

☆☆☆☆☆

# سلام

امجد اسلام امجد

میں نوحہ گر ہوں
میں اپنے چاروں طرف بکھرتے ہوئے زمانوں کا نوحہ گر ہوں
میں آنے والی رُتوں کے دامن میں عورتوں کی اُداس باہوں کو دیکھتا ہوں
اور ان کے بچوں کی تیز چیخوں کو سن رہا ہوں
اور ان کے مردوں کی سرد لاشوں کو گن رہا ہوں
میں اپنے ہاتھوں کے فاصلے پر فصیلِ دہشت کو چھو رہا ہوں
زمیں کے گولے پہ زرد کالے تمام نقطے لہو کی سرخی میں چل رہے ہیں
نئی زمینوں کے خواب لے کر
مسافرانِ تباہ یادوں کے رہگزاروں میں چل رہے ہیں!
میں نوحہ گر ہوں مسافروں کا جو اپنے رستے سے بے خبر ہیں
میں ہوش والوں کی بدحواسی کا نوحہ گر ہوں

حسینؑ! میں اپنے ساتھیوں کی بے لباسی کا نوحہ گر ہوں
ہمارے آگے بھی کربلا ہے، ہمارے پیچھے بھی کربلا ہے
حسینؑ! میں اپنے کارواں کی بے جہت شناسی کا نوحہ گر ہوں
نئے یزیدوں کو فاش کرنا ہے کام میرا
ترے سفر کی جراحتوں سے
ملا ہے مجھ کو مقام میرا
حسینؑ تجھ کو سلام میرا!!!

# سلام

آلِ رضا

سلام خاک نشینوں پہ سوگواروں کا
غریب دیتے ہیں پُرسہ تمھارے پیاروں کا

سلام اُن پہ جنھیں شرم کھائے جاتی ہے
کُھلے سروں پہ اسیری کی خاک آتی ہے

سلام اُس پہ جو زحمت کشِ سلاسل ہے
مصیبتوں میں امامت کی پہلی منزل ہے

سلام بھیجتے ہیں اپنی شاہ زادی پر
کہ جس کو سونپ گئے مرتے وقت گھر سرورؑ

مسافرت نے جسے بے بسی یہ دکھلائی
نثار کر دیے بچے نہ بچ سکا بھائی

اسیر ہو کے جسے شامیوں کے نرغے میں
نصیحت ہے سکھاتا علی کے لہجے میں

سکینہ بی بی تمہارے غلام حاضر ہیں
بجھے جو پیاس تو اشکوں کے جام حاضر ہیں

یہ بن، یہ حشر، یہ صدمے نئے نئے بی بی!
کہاں پہ بیٹھی ہو خیمے تو جل گئے بی بی!

پہاڑ رات بڑی دیر ہے سویرے میں
کہاں ہو شامِ غریباں کے گھپ اندھیرے میں

زمین گرم، یتیمی کی سختیاں بی بی!
وہ سینہ جس پہ کہ سوتی تھی اب کہاں بی بی!

جناب مادرِ شبیر کو بھی سب کا سلام
عجیب وقت ہے کیا دیں تسلیوں کا پیام

ابھی کلیجے میں ایک آگ سی لگی ہو گی
ابھی تو گود کی گرمی نہ کم ہوئی ہو گی

نہیں اندھیرے میں کچھ سوجھتا کہاں ڈھونڈیں
تمھارا چاند کہاں چھپ گیا، کہاں ڈھونڈیں

نہیں لعینوں میں انساں کوئی خدا حافظ
درندے اور یہ بے وارثی خدا حافظ

شریک حق درود و سلامِ پیغمبرؐ
سلام سید لولاکؐ کے بھرے گھر پر

سلام محسنِ اسلام خستہ تن لاشو!
سلام تم پہ شہیدوں کے بے کفن لاشو!

سلام تم پہ رسولؐ و بتولؑ کے پیارو
سلام برجِ شہادت کے گرد سیارو

بچے تو اگلے برس ہم ہیں اور یہ غم پھر ہے
جو چل بسے تو یہ اپنا سلامِ آخر ہے

# شامِ غریباں

(پروین شاکر)

خیمے کی سرحدوں کے اندر
زمینِ نامہرباں پہ جنگل کے پاس ہی
شام پڑ چکی ہے
ہوا میں کچے گلاب جلنے کی کیفیت ہے
اور ان شگوفوں کی سبز خوشبو
جو اپنی نوخیزیوں کی پہلی رُتوں میں
رعنائیِ صلیبِ خزاں ہوئے
اور بہار کی جاگتی علامت ہوئے ابد تک!
جلے ہوئے راکھ خیموں سے چھ کھلے ہوئے سر
ردائے عفت اُڑھانے والے

بُریدہ بازو کو ڈھونڈتے ہیں
بُریدہ بازو کہ جن کا مشکیزہ
نخے جلقوم تک اگرچہ پہنچ نہ پایا
مگر وفا کی سبیل بن کر

فضا سے اب تک چھلک رہا ہے
برہنہ سر بیبیاں ہواؤں میں سوکھے پتوں
کی سرسراہٹ پہ چونک اٹھتی ہیں..........
بادِ صرصر کے ہاتھ سے بچنے
والے پھولوں کو چومتی ہیں
چھپانے لگتی ہیں اپنے دل میں
بدلتے، شفاک موسموں کی اداشناسی نے
چشمِ حیرت کو ہم نا کی کا مستقل رنگ دے دیا ہے
چمکتے نیزوں پہ سارے پیاروں کے سر سجے ہیں
کٹے ہوئے
شکستہ خوابوں سے کیسا پیاں لے رہے ہیں
کہ خالی آنکھوں میں روشنی آتی جا رہی ہے!

☆☆☆☆☆

# حسینؑ حسینؑ

(پروین حیدر)

وقارِ آدمِ دوراں کی آبرو رکھ لی
خلوصِ عیسیٰ ذیشاں کی آبرو رکھ لی
جلالِ موسیٰ عمراں کی آبرو رکھ لی
خلیل و نوح و سلیماں کی آبرو رکھ لی
ہے کون خاصِ آلِ عبا حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

عمل میں عزم میں صبر و ثبات میں یکتا
شعورِ مرگ شفائے ثبات میں یکتا
وقارِ ذات و کمالِ صفات میں یکتا
قسم خدا کی حدِ ممکنات میں یکتا

ہے کون مظہرِ شانِ خدا حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

خلوص و عزم کی طاقت عمل کے جوش کی شان
وہ حق کا درس وہ تطہیرِ چشم و گوش کی شان
بلوغِ فہم کی شان، ارتقائے ہوش کی شان
نبیؐ کی گود کی زینت نبیؐ کے دوش کی شان
ہے کون آئینۂ مصطفےٰ حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

جفا و ظلم کے بارِ گراں پہ شکر کیا
کمالِ ضبط سے مرگِ جواں پہ شکر کیا
نمالِ اصغرِؑ غنچہ دہاں پہ شکر کیا
جہاں پہ صبر ہو مشکل وہاں پہ شکر کیا
ہے کون سالکِ راہِ رضا حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

مصیبتوں کے تلاطم میں مسکرایا ہے
خدا کی راہ میں ہنس ہنس کے زخم کھایا ہے
نفاق و جہل سے اسلام کو بچایا ہے
سناں کی نوک سے پیغامِ حق سنایا ہے

ہے کون دشمنِ خدا کی بقا حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

پیامِ حق دیا، باطل کی بات ٹھکرا دی
اجل کو چُن لیا مولا! حیات ٹھکرا دی
سلام مالکِ کوثر فرات ٹھکرا دی
رضائے رب کے لیے کائنات ٹھکرا دی
ہے کون مظہرِ سرِ الٰہ حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

وہ تیرے صبر کی قوت، وقار مظلومی
خلوص و عزم ترا اقتدار مظلومی
سکونِ نفس ترا، اعتبار مظلومی
شکستِ ظلم وہ تیرا شعار مظلومی
ہے کون راہ شہیدِ جفا حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

یہی تو چشمِ نبوت کی زیب و زین بنا
علی و احمد و زہرا کے دل کا چین بنا
وہ اک غریب جو سلطانِ مشرقین بنا
ڈھلی جو مرضئ رب پیکرِ حسین بنا

ہے کون مرتضیٰ ربِّ اِلٰہ حسینؑ حسینؑ
ہے کون فاتحِ کرب و بلا حسینؑ حسینؑ

☆☆☆☆☆

# حدیثِ کربلا

(تنویر سپرا)

جب حقیقت کو مسخ کر ڈالا
ایک آمر کی آمریت نے
جب سحر کا سہاگ لوٹ لیا
شیطنت کی مہیب ظلمت نے
جب خلافت کو بادشاہی میں
ایک فرعون نے بدل ڈالا
جب محبت کو شر کے سانچے میں
ایک نمرودِ وقت نے ڈھالا
تب ضرورت تھی اک مجاہد کی
جو اندھیروں کو ختم کر ڈالے

اور اپنے لہو کی سُرخی سے
جو اُجالوں کی مانگ بھر ڈالے
تب ضرورت تھی اِک پیمبر کی
جو براہیمی رسم دُہرائے
صرف بیٹے کی دے نہ قربانی
خود بھی کنبے کے ساتھ کٹ جائے
تب خدائے بزرگ و برتر نے
ابنِ حیدرؑ کا انتخاب کیا
جس نے ظلمت کے سحر کو توڑا
اور اُجالوں کو فتح یاب کیا

☆☆☆☆☆

# نوحہ

(توصیف تبسم)

ابھی موسم نہیں بدلا
وہ شاخِ ریگ پر نوکِ سناں سے کھلتے پھولوں کا
کہ جن کی زرد خوشبو
روز و شب کی نیم روشن سیڑھیوں سے
ہم تلک صدیوں میں پہنچی ہے!
ابھی موسم نہیں بدلا
کٹے حلقوم کا، دستِ بریدہ کا
وہ رُت جب آنکھ کے نیلم، لبوں کے لعل
سب بے صرفہ ٹھہرے تھے!
دریدہ جسم جب مرکب سے اُترا تھا
تو اک آندھی چلی تھی
جس نے سب خیمے الٹ کر رکھ دیے تھے
اور بکھرتی ریت نے سچائی کی دیوار ڈھا دی تھی

وہ وقت عصر تھا

جب شاخِ شجرہ پر کہیں اک دل بہکا تھا!

چلو اب اس کو دیکھ آئیں

چلو اب زرد پتوں سے سجی اس قبر پر

دو پھول رکھ آئیں

ابھی موسم تمہیں کہتا چلا

ابھی موسم تمہیں کہتا چلا!

☆☆☆☆☆

# بھنور لہو کا

(جلیل ہاشمی)

مولا حسینؑ گنبدِ شب میں صدائے صبح
مولا حسینؑ عالمِ امکاں کی آبرو
مولا حسینؑ پیکرِ تفسیر لا الہ
مولا حسینؑ محسنِ تاریخ ہست و بود
مولا حسینؑ بندہ و یزداں کی آبرو
مولا حسینؑ نورِ چراغِ ابد نُما
مولا حسینؑ حرفِ سرِ ابتدا بھی ہے
مولا حسینؑ حشر میں مظلوم کی فغاں
مولا حسینؑ کوفے میں ایک بے نوا بھی ہے
مولا حسینؑ شامِ غریباں کا سوز ہے
مولا حسینؑ اذانِ سحر کی صدا بھی ہے

مولا حسینؑ سر بہ سنانِ یزیدیاں
مولا حسینؑ کنگرۂ عرشِ کبریا
مولا حسینؑ عظمتِ تاریخِ آدمی
مولا حسینؑ شاہِ شہیدانِ کربلا
مولا حسینؑ کعبہ و مولا حسینؑ عرش
مولا حسینؑ آبروئے دینِ مصطفےٰ
مولا حسینؑ اَزل سے اَبد تک رواں دواں
مولا حسینؑ یاور و دارائے ہست و بود
مولا حسینؑ عشق جگر خون و کج کلاہ
مولا حسینؑ حُسن دلآرائے ہست و بود
مولا حسینؑ کشتۂ بے داد و بے نوا
مولا حسینؑ بندۂ مولائے ہست و بود

☆☆☆☆☆

# وہ حسینؑ!

(جوش ملیح آبادی)

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون سے عالَم کو دھویا وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسینؑ
جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسینؑ
مرتبہ اسلام کا جس نے دو بالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالَم میں اُجالا کر دیا

نقش جس کا نغمۂ سازِ پیمبرؐ وہ حسینؑ
تھا جو شرحِ مصحف و تفسیرِ حیدرؑ وہ حسینؑ
تشنگی جس کی عطائے موجِ کوثر وہ حسینؑ

لاکھ پہ بھاری رہے جس کے بہتّر وہ حسین
جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا

بکس کے جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسین
مر گیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت وہ حسین
ہے رسالت کی بہتّر جس کی امامت وہ حسین
وہ کہ سوزِ غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

اے حسین اب تک گل افشاں ہے تری ہمت کا باغ
آندھیوں سے لڑ رہا ہے آج بھی تیرا چراغ
تو نے دھو ڈالے جبینِ ملتِ بیضا کے داغ
تیرے دل کے سامنے لرزاں ہے باطل کا دماغ
فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جس کا تو آقا ہو اُس کو ناز کرنا چاہیے

☆☆☆☆☆

# تشنگانِ فرات

(حریم حیدرؔ)

یہ کیسا قافلہ تھا جس میں مختصر سے لوگ تھے
یہ قافلہ یزیدیت کو روند کر نکل گیا
شکستہ جسم و تشنہ لب وہ چند بندگانِ حق
یقین جن کا دنیوی غرور کو نگل گیا
یہ کیسا قافلہ تھا جس میں مختصر سے لوگ تھے
یہ مختصر سے لوگ ہی بنے ہوئے ہیں روشنی
ضمیر کی وفا کی اور صبر کی یقین کی
کوئی بھی قافلہ ہو اس کی گرد کو نہ پا سکا
کوئی بھی راہبر نہ ایسا راستا دکھا سکا
حسینؑ تیرے خون کی مہک رہے گی تا ابد

جو تیغِ ظلم اب بھی اٹھی کسی یزید کی
وہ آ کے تیرے نام پہ اٹک رہے گی تا ابد
حسینؑ تیرا قافلہ عظیم تھا عظیم ہے
یہ کربلا کا معرکہ عظیم تھا عظیم ہے
یہ حرفِ حق کا ماجرا عظیم تھا عظیم ہے
شہید ابنِ مرتضیٰ عظیم تھا عظیم ہے

☆☆☆☆☆

# اے کربلا

(حسن رضا غدیری)

اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا؟ یہ کیا ہوا؟ اے کربلا، اے کربلا
یوں دیکھتے ہی دیکھتے زہراؑ کا گھر سب لٹ گیا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا

خنجر تلے اک بے نوا، یوں دیکھتے ہی دیکھتے
بیٹا رسول پاکؐ کا یوں دیکھتے ہی دیکھتے
مخنہ دشمن مارا گیا اے کربلا، اے کربلا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا، یہ کیا ہوا، اے کربلا، اے کربلا

بھوکا بھی تھا، پیاسا بھی تھا، بے جرم تھا اور بے خطا
لاشہ بھی اس مظلوم کا روندا گیا، ٹکڑے ہوا
آتی رہی اس کی صدا کوئی نہیں حامی مرا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا؟ یہ کیا ہوا؟ اے کربلا، اے کربلا

کہتی رہی اس کی بہن اے ظالمو، اے قاتلو!
دیکھو نبی زادی ہوں میں فریاد تم میری سنو
مارو نہ تم مظلوم کو معصوم ہے بھائی مرا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا، یہ کیا ہوا، اے کربلا، اے کربلا

شامِ غریباں آگئی، کالی گھٹا اک چھا گئی
خیموں کو جلتا دیکھ کر بنتِ نبی گھبرا گئی
آئی صدا یہ غیب سے، زینبؑ ترا حافظ خدا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا، یہ کیا ہوا، اے کربلا، اے کربلا

ماتم ہے یہ مظلوم کا، آئے ہیں سب اہلِ وفا
ان میں غدیری اور رضا، ماتم کناں نوحہ سرا
حاصل ہو ان کو اے خدا! زہراؑ و زینبؑ کی دعا
اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا، اے کربلا
یہ کیا ہوا؟ یہ کیا ہوا؟ اے کربلا، اے کربلا

☆☆☆☆☆

# شبِ عاشور

(محسن نقوی)

حسینؑ روشن دلیل رستے کا نور بن کر چمک رہا تھا
جوان جذبے بقا کی خاطر
حصارِ ظلمت میں یوں کھڑے تھے
کہ ان کی نظریں بلندیوں سے اُلجھ رہی تھیں
کہ ان کے ہاتھوں نے آسماں کو جکڑ لیا تھا
کہ ان کے پاؤں کی ٹھوکروں سے
زمیں کے پردے دہل رہے تھے
ہوائیں یٰسین پڑھ رہی تھیں
ہر ایک جذبہ کفن کی بکتر پہن چکا تھا
اور اپنی تلوار چومتا تھا

یہ سوچتا تھا کہ میں بڑھوں گا ہر اک سے پہلے
حصارِ ظلمت میں وہ شگافیں اُتار دوں گا
کہ پھر کبھی روشنی مقید نہ ہو سکے گی

☆☆☆☆☆

# یہ بالیقیں حسینؑ ہے

(حفیظ جالندھری)

لباس ہے پھٹا ہوا، غبار میں اٹا ہوا
تمام جسم نازنیں، چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے، بلا کا شہسوار ہے
یہ بالیقیں حسین علیہ السلام ہے نبیؐ کا نور عین ہے

یہ جس کی ایک ضرب سے کمالِ فنِ حرب سے
کئی شقی گرے ہوئے تڑپ رہے ہیں کرب سے
غضب ہے تیغہ دو سر اٹھی صدائے الاماں
کہ ایک ایک وار پر زبانِ شرق و غرب سے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے
نبیؐ کا نور عین ہے

یہ کون حق پرست ہے مئے رضا سے مست ہے
کہ جس کے سامنے کوئی بلند ہے نہ پست ہے
ادھر ہزار گھات ہے، مگر عجیب بات ہے
کہ ایک سے ہزارہا کا حوصلہ شکست ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے
نبیؐ کا نورِ عین ہے

عبا بھی تار تار ہے تو جسم بھی فگار ہے
زمیں بھی ہے تپی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مردِ تیغ زن کمال صبر و تن دہی سے
یہ صف شکن فلک فگن مجوِ کار زار ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے
نبیؐ کا نورِ عین ہے

دلاوری میں فرد ہے بڑا ہی شیر مرد ہے
کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
حبیب مصطفیٰؐ ہے یہ جبھی تو اس کے سامنے
مجاہد خدا ہے یہ، یہ فوج گرد گرد ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے
نبیؐ کا نورِ عین ہے

اُدھر سپاہِ شام ہے، ہزار انتظام ہے
ادھر ہیں دشمنانِ دیں، اِدھر فقط امام ہے
مگر عجیب شان ہے کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ
غضب کی آن بان ہے بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقیں حسین ہے
نبیؐ کا نورِ عین ہے

☆☆☆☆☆

# عرصۂ حشر

(حمید یوسفی)

آبِ فرات
نہ جانے کب سے
پُرسکون پُرسکوں نہ رہا تھا
اُس کی لہروں میں اضطراب نہ تھا
کروٹیں لیتی مچلتی لہریں
پُرسکوں یاس میں ڈوبی
سطحِ آب پہ اُبھرتے حباب
کربِ انتظار میں بھی
پُرسکوں ایسے
جیسے یقیں ہو وہ ضرور آئے گا
وہ...... جس نے عزمِ مقتل کیا تھا
مقتل اس کی راہ دیکھتا تھا
پھر یک بہ یک صحرا پر

اک سراب کی چمک
وہ آ گیا جس کا انتظار تھا
نہرِ فرات چشم بہ کنار تھا
صحرا کے سینے پر تنے خیمے
مرنے والوں کے عزم جواں
ناقابلِ تسخیر ارادوں کے نشاں
تعداد میں چند
پُر شکوہ ایسے کہ طورِ سینا سے بلند
طورِ سینا کی طرح ہوں گے یہی
شانِ کبریائی کے مظہر
دیکھتے ہی دیکھتے خیمہ گاہ کرب وبلا
کارگہ کارزار بنی
اِس طرف تشنہ لب
اُس طرف خون خوار
کاش آج آبِ فرات
کناروں میں نہ جکڑا ہوتا
کاش کوئی ابرِ سیاہ
تیرہ بخت پھول سے ہونٹوں کی ترائی کرتا
کٹتے بازو، چاک مشکیزہ
تیر سے چھلنی معصوم گلو
سرِ قلم......
نیزے کی انی پہ بلند
جلتے خیمے...... بہتا لہو

آبِ فرات
حبابِ فرات
سب کے لیے باعثِ رشک
چشمِ حیرانِ حباب...... جلتے خیموں سے کم تر
تڑپتی موجِ فرات...... اُبلتے خون سے کم تر
اور آبِ فرات...... صحرائے پُرخون سے کم تر
اس کی ہر موج
آج تک
عرصۂ حشر کو
کرتی ہے سلام

# حسینؑ تم کو سلام پہنچے

(خالد شریف)

وفا کے رستے میں کوئی درماندہ و بے نوا مسافر
دھکتا چہرہ، فگار پاؤں، زبان تشنہ لبی سے پتھر
اداس آنکھوں میں اپنی باتیں
کہ جیسے یہ ساری داستانیں ازل سے اب تک
اداس پلکوں کو چھو کے گزریں
لہو کی روشن لکیر چہرے پہ
جب بھی الہام بن کے اُترے
صداقتوں کا کوئی علم دار پیاسی مٹی کو
اپنے خوں کا خراج دینے کو جب بھی اٹھے
غرور جبر و وفا کو قدموں میں روندنے کو
حقیقتوں کا سحاب جب بھی اُبھرے
حضور حق میں سپردگی کی نوا لیے

جب بھی کوئی غلام پہنچے
سلام تم کو سلام پہنچے
بس ایک ننھی کرن ردائے ظلمت کو کاٹتی ہے
بس ایک روشن جبین عہدِ جبر و ہوس کو
جو ایک اپنی نشانیاں دے کے
ظلم اور صبر کے درمیاں اک لکیر کھینچتی ہے
بس ایک پُر درد دل
کسی کے غم کو رگوں میں اپنی اُتار کر
بدنصیبوں کی دھڑکنوں کو زباں بناتا ہے
بس ایک چشمِ بینا
وہ دیکھتی ہے جو ہونے والا ہے اور صدیوں کی
پرت اوڑھے جو سنگریزے خموش ہیں
ان کے سینے پہ ہو چکا ہے
کوئی دل، کوئی جبیں، کوئی آنکھ،
جاگتے، دیکھتے، سمجھتے
محرمِ اختیار ہوتے
سوادِ ہستی سے
پیکرِ عدم میں اگر تشنہ کام پہنچے
حسین تم کو سلام پہنچے
حسین تم کو سلام پہنچے

کہ تم نے روزِ وغا کہا تھا
یہ رات ڈھلنے کے واسطے ہے
مرے رفیقوں کا جذبہ جاں سپاری
رسولؐ کی بیٹیوں کی آہ و زاری
روایتوں کے نظامِ کہنہ کا رُخ بدلنے کے واسطے ہے
یہ رات ڈھلنے کے واسطے ہے
شبِ بلا سے دیارِ صبح کی دستکوں میں اگر
کسی ستارۂ صبح گاہی کا نام پہنچے
حسینؑ تم پر سلام پہنچے

# یادِ حسینؑ

(خورشید رضوی)

وہ یاد مجھے وصال بخشے
گو دل کو بہت ملال بخشے
وہ یاد جو دامنِ بشرہ کو
صد گوہرِ بے مثال بخشے
اس شخص کی یاد خون جس کا
صد عزمِ بلند و بال بخشے
وہ خون جو رزمِ زندگی کو
سر گرمیِ لازوال بخشے
وہ جس نے لٹا کے رخت ہستی
تاریخ کو خدوخال بخشے

تقویم حیاتِ جاوداں کو
روز و شب ماہ و سال بخشے
وقت اس کو نہیں بھلا سکے گا
گو زخم کو اندمال بخشے

☆☆☆☆☆

# فرات اُس دِن بھی بہہ رہا تھا

(راشد متین)

فرات اُس دن بھی بہہ رہا تھا
ہوائیں اُس دن بھی چل رہی تھیں
فلک پہ سورج بھی روز جیسا چمک رہا تھا
مگر حسینی عنانِ ہستی خود اپنے ہاتھوں میں تھام کر بھی
متاعِ جاں سے گزر رہے تھے
وہ باخبر تھے
کہ ان کے وارث
اذیتوں کے تمام رستوں سے لوٹ آئیں گے
استقامت ہی ان کا ورثہ ہے
سارے اس کے امین ہوں گے

علی کا بیٹا گلاب لاشوں میں آخری تھا
اداس مٹی پہ روشنی کی نئی عبارت لکھی ہوئی تھی
وہ ایک لمحہ زماں کی آنکھوں میں تھم گیا تھا
وہ کرب لمحہ بلا کا جاں سوز و جاں گسل تھا
کسی زباں کے حروف ابجد کسی بھی ترتیب سے لکھے ہوں
وہ لفظ تشکیل ہو نہ پائیں
وہ لفظ جن میں اس ایک لمحے کی اک جھلک ہو
"وہ لفظ ڈھونڈو، وہ حرف کھولو
عبارتوں میں اس ایک لمحے کو زیر کرنا
قلم کے بس میں نہیں ہے شاید"
علی کا بیٹا مورخوں سے زبان دانوں سے کہہ رہا تھا
فرات اُس دن بھی بہہ رہا تھا

☆☆☆☆☆

# ذبحِ عظیم

(رضا ہمدانی)

نمایندۂ خیر ابنِ علیؑ
علامت ہے شر کی یزیدِ عنید
سناں پر کیا چڑھ کے اعلانِ حق
کہاں ہیں زمانے میں ایسے شہید
بتائے نقوشِ جلی بے گماں
ہر اک قطرۂ خونِ شبیرؑ نے
شعاعِ رُخِ آفتابِ نبیؐ
لگی سینۂ ظلم کو چیرنے
فنا ہو گیا، سامراجِ یزید
رگِ حلق سے تیغِ قاتل کٹی
ترے استغاثے میں وہ کاٹ تھی

کہ جس سے رگِ زورِ باطل کٹی
نوائے علی اکبر نوجواں
اذانِ سحر صبحِ عاشور کی
گریباں ظلمت ہوا جس سے چاک
اندھیرے میں مشعل جلی نور کی
بہاروں کی شمعیں جلیں بر فرات
خزاں دیدہ پتے زر افشاں ہوئے
صدف کی نگاہوں میں آب آ گئی
خزف کے دہن گوہر افشاں ہوئے
اٹھا ہاتھ جو بھی قلم ہو گیا
حُسام ابنِ حیدر کی جب تن گئی
نگاہِ عتابِ حسینِ علی
عدو کو سِناں کی انی بن گئی
ردا چھن گئی زینبِ زار کی
عروسِ وفا کو حیا مل گئی
نقابِ آلِ احمد کے چھینے گئے
پہ انسانیت کو قبا مل گئی
شلوکہ ہوا خونِ اصغر علیہ السلام میں تر
بہار آ گئی دین کے باغ میں
چراغاں ہوا ظلمتِ دہر میں

کنول جل اُٹھے سینہ داغ میں
ہوئی چشمِ عباسؑ جس سے لہو
جفا کے وہ شہر اب پشیمان ہیں
کہ در پہ بصارت جہاں کو ملا
وفا داریاں جزو ایمان ہیں
نوائے محبت وہ برتی حسینؑ
محبت سکھا دی ہے مظلوم کی
تری جدوجہد مساوات نے
حمایت سکھا دی ہے مظلوم کی

# التجائے عزیزانِ کربلا

(ریاض حسین چودھری)

اے راہِ انقلاب کے تابندہ قافلو!
یلغارِ شب کا تم بھی ہو گے ہدف ضرور
سُن لو! کتابِ کرب و بلا میں قسم ہے یہ
دونوں ہتھیلیوں پہ ہوں آنکھیں تکی ہوئیں
دونوں ہتھیلیوں پہ لہو کے جلیں چراغ
دونوں ہتھیلیوں پہ سروں کی بہار ہو
یارب! ہے التجائے عزیزان کربلا
ہر عہد خوف و جبر کے سائے سے پاک ہو
ہر دور میں یزید کے چہرے پہ خاک ہو

☆☆☆☆☆

# سانحہ کربلا

(سجاد بخاری)

پیغمبرانہ ادا کی عروس کو لے کر
چلا ہے گھر سے بہتر نفوس کو لے کر
وہ جھیلتا ہوا صحرا کے گرم موسم کو
وہ کربلا میں ہے اترا یکم محرم کو
ابھی تو چین سے خیمے نہیں لگائے تھے
ابھی تو سانس بھی ٹھنڈے نہیں وہ پائے تھے
بطرزِ خاص سفیرانِ شام آنے لگے
عدو اٹھائے شر کا پیام آنے لگے
طلب تھی آپ کی آگے قدم بڑھائیں آپ
مگر یہ حر کی تمنا تھی لوٹ جائیں آپ

حضور سارا فسانہ غلط بتایا گیا
ہے ساز گار زمانہ غلط بتایا گیا
وہ خط، بہانہ تھے گھر سے فقط بلانے کا
حضور! رنگ ہی کچھ اور ہے زمانے کا
حضور، ابن علی آپ لوٹ ہی جائیں
بہت سا وقت اسی کشمکش میں بیت گیا
یہ فیصلہ نہ ہوا کون کس سے جیت گیا
صدائیں آنے لگیں شر کے آ جانے کی
تو ابتدا ہوئی پھر اک نئے فسانے کی
وہ اپنے ساتھ ہزاروں سوار لایا تھا
وہ سیدوں کو گرفتار کرنے آیا تھا
حسین کو ہوا معلوم تو کہا لوگو
عجب تو کوئی نہیں ہے یہ ماجرا لوگو
یہ شرط ہے کہ رہو صابروں کی منزل میں
یہ سُن کے حضرت عباس نے کہا مولا
کرے گا قید ہمیں کون سورما جایا
میں پل میں لشکرِ کفار کو مٹا دوں گا
تمھارے پاؤں میں پانی کی نہر لا دوں گا
کہا حسین نے یہ اپنا سر جھکاتے ہوئے

میں دیکھتا ہوں مشیت کو مسکراتے ہوئے
مجھے یہ حکم ہے دیں پہ نثار ہو جاؤ
بس اب تم اپنے فرس پہ سوار ہو جاؤ
کہیں سے پیاسوں کو پانی پلاؤ تم لا کر
مگر یہ شرط کہ جلدی سے لوٹنا جا کر
بُریدہ بازو لیے لوٹ آئے جب عباسؑ
تو چھوٹے بچوں کی کچھ اور بڑھ گئی تھی پیاس
پھر اس کے بعد یہی آسمان نے دیکھا
حسینؑ قتل ہوئے اک جہان نے دیکھا
سلام پشتِ پیغمبرؐ پہ کھیلنے والے
سلام مُہرِ نبوت کو چومنے والے
سلام زمزم و کوثر کے وارثوں کو سلام
سلام دُنیا و محشر کے وارثوں کو سلام

☆☆☆☆☆

# نذرِ حسینؑ

(سلطان صبروانی)

سیاہ رات کی زلفیں سنوارنے والے
مرے خیال میں خوشبو اتارنے والے
حسینؑ عزم پیکرِ عظمت حسینؑ فخرِ اصول
حسینؑ شاخِ ابراہیمؑ کا مہکتا پھول
حسینؑ شمعِ رسالت کی اک روپہلی کرن
شکیب و صبر کا پیکر، حریفِ رنج و محن
حسینؑ دینِ محمدؐ کی آبرو تم سے
ازل سے تا بہ ابد روشنی، لہو تم سے
تمھاری ذات سے فکر و نظر جلا پائے
چراغِ زیست بنے زندگی سنور جائے

عروج اور تنزل سے ماورا ہو تم
تمہارے نام سے قائم ہے جدوجہد حیات
تمہارے نام سے تابندہ زندگی کو ثبات
زمینِ کرب و بلا، آگہی کا محور ہے
یہ ریگ زار نہیں ہے، یہ اک سُمندر ہے
اسی سے پیاس بجھائی ہے ہر زمانے نے
اسی سے سُرخیاں مانگی ہیں ہر فسانے نے
تم آئے ہو تو زمانے میں صبر آیا ہے
پئے حضور سلامِ حضور لایا ہے
مری زبان کا اعجاز تیرا ذکر کرے
مرے قلم کی یہ معراج تیری مدح لکھے
نہ یاد لفظ جب آئے کبھی دُعا کے لیے
تمہارا نام لیا غرضِ مدعا کے لیے
تمھی نے حوصلہ بخشا ہے بے زبانوں کو
تمھی نے لفظ فراہم کیے نوا کے لیے
تمہارا نام نئے عہد کی بشارت ہے
فنا کو تم نے مسخر کیا بقا کے لیے
سفر بھی تم تھے، مسافر بھی تم، سفیر بھی تم
تمہارا نام کہ تمثیل ہے وفا کے لیے

جو تیرہ شب میں لہو بن کے احتجاج کرے
وہ روشنی ہی ضمانت بنی بقا کے لیے

تجھے پکارنے والے ہیں گنبدوں کے اسیر
کھلے کوئی تو دریچہ یہاں ہوا کے لیے

فضائے کوفہ ہے مصروف فاتحہ خوانی
پھر ایک خیمہ کی خاطر پھر اک ردا کے لیے

قرن قرن ہے وہی ایک فراق کا موسم
کوئی وصال کا نغمہ نہیں وفا کے لیے

حسین عنہ تابہ کجا ہم سے تعزیہ داری
ترس گئے ہیں زمانے تری صدا کے لیے

تو ایک نام نہیں ہے تو اک زمانہ ہے
تو ابتدا کے لیے ہے تو انتہا کے لیے

☆☆☆☆☆

# تشنہ لب کوئی نہیں

(سید وقار افضل)

رہبرِ وقت نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا
قافلہ چلنے لگا کوئے جفا کی جانب
یہ سماں دیکھتے ہی روشنی کو ساتھ لیے
تختۂ ریگ پہ سورج سے نکلتی کرنیں
آسمانوں سے شہادت کی خبر لے آئیں
وہ خبر ایسی کہ سنتے ہی زمیں کہنے لگی
میرے بدن کو شہیدوں کا لہو پہنچے گا
میرے سینے سے محبت کا صدف اُبھرے گا
تب قاتل ہی سے چمکے گا نصیب میرا
آبلہ پا جو چلیں، نقش کفِ پا ان کے

دامنِ دل پہ میرے ثبت کریں گے وہ نشاں
وہ نشاں جو کہ حقیقت کا پتا دیں گے ہمیں
قافلہ دشت میں پہنچا تو عجب منظر تھا
تشنہ لب کوئی نہ تھا، تشنہ لب کوئی نہ تھا
ایسا صحرا تھا کہ بس ظلم ہی پیاسا وہاں
اک شہادت کے لیے سینکڑوں قاتل تھے جہاں
اسی صحرا میں محبت کا سمندر تھا رواں
جس کی لہروں میں رواں موجۂ خوں آ کے کہے
بے خودی جس کی حرارت سے ہمیشہ کے لیے
دلِ وحشی میں اٹھے اور جنوں رقص کرے
جو ہمیں نوک پہ نیزے کی کہے، دیکھ ادھر
گُل شہادت کے لیے سینکڑوں قاتل تھے وہاں
اب شہادت کے لیے سینکڑوں غازی ہیں یہاں
تشنہ لب کوئی نہیں، تشنہ لب کوئی نہیں
رہبرِ وقت نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا

☆☆☆☆☆

# پیکرِ صدق وصفا

(شاکر کنڈان)

وہ لیے کتنی اذیتوں کے حصار کھینچے
لیے ہوئے ظلمتوں کے لشکر
جفا کے تیروں سے لیس ہو کر
چلے تھے اہلِ وفا کے رستے کو روکنے کو
مگر
وہ صدق وصفا کے پیکر
جو عزم وہمت کی
جرأتوں کی
چٹان بن کر ڈٹے ہوئے تھے
جو اپنی منزل کی ہر مسافت کو پار بے تھے

انھیں یقیں تھا
وہ ہر رکاوٹ کو توڑ دیں گے
وہ اپنے مقصد کو پا ہی لیں گے
وہ بڑھتے بڑھتے
جو ریگ زارِ حزیں میں پہنچے
تو رُک کے دیکھا
سمجھ گئے
کہ
یہی وہ مٹی ہے
جو امیں ہے محبتوں کی
رفاقتوں کی مروتوں کی
زمیں نے دیکھا
فلک نے دیکھا
جہاں کی ہر ایک شے نے دیکھا
کہ عظمتوں کے سفیر آ کر
اجل کے بڑھتے ہوئے دہانوں
کے سامنے ایسے ڈٹ گئے ہیں
کہ جان دے دی
مگر نہ پائے ثبات میں ان کے جنبش آئی

☆☆☆☆☆

# حسینؑ حسنِ سفر

(صفدر سلیم سیال)

یہ سطحِ خاک، ابد خون کی وہ لو جس نے
مقدرِ شبِ دوراں سنوارنے کے لیے
نشاطِ کرب میں اک حرفِ جاوداں لکھا
کہ حیرتوں کے ہیولوں میں خلق سوچتی ہے
وہ کون تھے؟ جو بہ پاسِ سرودِ حسنِ حیات
تمام عمر کے سب دل ربا اثاثوں کو
بس ایک دن میں سرِ دشتِ خاک وار گئے
جو قرضِ خلقِ خدا پہ تھا وہ اتار گئے
عجیب دن تھا کہ ترکِ شبی کو مات ہوئی
عجیب جنگ تھی جس میں کثیر لشکر کو

نفوسِ چند کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی
بہ زوئے ریگِ رواں! کیا عجب محاذ کھلا
کہ سلطنت کی حدوں کو چٹائیوں کی طرح
بعد خلوص بس اِک موجِ خوں لپیٹ گئی
غرورِ تاج شہی کی صفیں سمیٹ گئی

☆☆☆☆☆

# اے حسینؑ

(ظہور نظر)

اے حسینؑ، اے محسنِ آدم، فخرِ انساں السلام
السلام اے جانِ دل، اے دل بہ جاں السلام
تیری گردِ راہ سے، تیرے سفر سے آج بھی
سمت پاتے ہیں جہاد و حریت کے کارواں
نام لیں تیرا تو جاں پاتی ہیں مردہ جرأتیں
ذکر سے تیرے مہک اُٹھتی ہے روحِ خستگاں
اے حسینؑ، اے خوش بوئے اوراقِ قرآں السلام
السلام اے جانِ دل اے دل بہ جاں السلام
پرچمِ حق جس طرح تو نے کیا تھا سر بلند
جیسے تو باطل سے ٹکرایا تھا، ٹکرائے گا کون

کون آئے گا سرِ دشتِ بشر اس آن سے
راہِ دیں میں گھر کا گھر اس دھج سے کٹوائے گا کون
اے حسینؑ، اے خوش نوئے اوراقِ قرآں السلام
السلام اے جانِ دل اے دل بہ جاں السلام

زندگی یوں کی کہ تیری زیست پہ نازاں ہے خلق
جان ایسے دی کہ خالق کو متحیر کر دیا
چشمِ دُنیا نے کبھی دیکھا نہ تھا ایسا غروب
ڈوب کر تو نے جہاں سارا منور کر دیا
اے حسینؑ، اے خوش نوئے اوراقِ قرآں السلام
السلام اے جانِ دل اے دل بہ جاں السلام

ابر جو اُٹھا تھا تیری تشنگی کے بحر سے
سوکھنے دے گا نہ تسلیم و رضا کی کھیتیاں
خوں جو تیرے چشمۂ حلقوم سے جاری ہوا
تا ابد مُنہ زور رکھے گا وفا کی ندیاں
اے حسینؑ، اے خوش نوئے اوراقِ قرآں السلام
السلام اے جانِ دل اے دل بہ جاں السلام

☆☆☆☆☆

# مرے حسینؑ!

(عارف عبدالمتین)

مرے حسینؑ تری روحِ جاوداں پہ سلام
تری شہادتِ بے مثل و بے کراں پہ سلام
تُو آفتابِ رسالت کی اک کرن بن کر
جہاں کی ظلمتِ شوریدہ سر میں اُترا تھا
بجا کہ تیرہ وجود ایک دو گھڑی کے لیے
سیاہیوں کے بھنور میں ضرور ڈوبا تھا

مگر یہ ایک کرن وقت کے کرشمے سے
نہ جانے کتنی شعاعوں میں بٹ گئی آخر
زمانہ دیکھ رہا تھا ضیا کے خنجر سے
رگِ حیات اندھیرے کی کٹ گئی آخر

مرے حسینؑ تری کامرانیوں پہ سلام
جہادِ پاک کی ان ترجمانیوں پہ سلام

ہجومِ یاس ہراساں نہ کر کہ دل میں مرے
امید شمع کی مانند ابھی فروزاں ہے
میں خود شبیہ کے سانچے میں ڈھل کے ابھروں گا
کہ میری روح میں عکسِ حسینؑ تاباں ہے
مرے حسینؑ ترے عکسِ مہرباں پہ سلام
ترے ظہور کے انداز ہے عیاں پہ سلام

میں اپنی چشمِ تصور سے دیکھتا ہوں وہ دور
جو تیرے نام سے منسوب ہو کے آئے گا
وہ خواب حق جسے دیکھا تھا تیرے دل نے کبھی
اسے حقیقتِ عظمیٰ بنا کے لائے گا
مرے حسینؑ ترے دورِ منتظر پہ سلام
تری شہادتِ مقبول کے ثمر پہ سلام

☆☆☆☆☆

# بطلِ کربلا

(عبدالعزیز خالد)

وہ امامِ مُقبلاں ابنِ بتولؑ
وہ معالی درماں، سبطِ رسولؐ
وہ جگر بندِ علیِ المرتضیٰ
شیر دل فرزندِ شاہِ لافتیٰ
کار بندِ مسلکِ اثباتِ ذات
آرزو مندِ فروغِ حرفِ "لا"
رہ نوردِ دشتِ پُر خارِ فراق
نازِ پروردِ حریمِ فاطمہؓ
معرکہ آرائے اربابِ ستم
حوصلہ افزائے اہلِ ابتلا

اقتبارِ اُسوۂ خیر الانام
افتخارِ دودۂ آلِ عبا
وہ مُبارز، وہ مجاہد، وہ شہید
ایک لشکر سے جو تن تنہا لڑا
زاغ و کرگس پر جھپٹنے کے لیے
یوں لگے جیسے عقاب پُر کشا
جیت کر بازی نبرد عشق کی
جس نے حق کا بول بالا کر دیا
وہ مجسم معنی جہد و جہاد
وہ مصمم عزم و ایقان و رجا
مظہرِ صدق و صفا، مصباحِ فیض
آیتِ تطہیر و مرآتِ ہدیٰ
شہ سوارِ ابلقِ لیل و نہار
زندہ و پایندہ بطلِ کبریا
گو نظر آتا ہے بے سازو براق
پر وہ بے کس ہے نہ بے برگ و نوا
ہیں رجالِ غیب اس کی پشت پر
اور جلو میں ہیں جنود کبریا
وہ امامِ غازیانِ سر فروش

وہ یگانہ تکبیر خوانِ خدا
ایک امت یہ وہ فرد بے پناہ
اس کی قوت کا کسی کو کیا پتا
جس نے نقشہ عالمِ اسلام کا
صرف دس دن میں بدل کر رکھ دیا
ماننِ مجیدِ جتوئی و ابو ترابؒ
ضامنِ ناموسِ نامِ مصطفیٰؐ
اس کے مرنے کا یقیں کیسے کریں
مر کے جو زندہ ہے زندوں سے سوا
موت ہے جس کی حیاتِ جاوداں
جس نے ہر تقویم کو باطل کیا
وہ قتیلِ عشق وہ مقتولِ فرض
قرض ہے امت پہ جس کا خوں بہا
غم ہے اس کا بے کراں و بے اماں
تاقیامت روئیں گے اہلِ عزا
بے قراروں کو نہ آئے گا قرار
وہ کریں گے دائما یوں ہی بکا
کوئی صورت ان کی تسکیں کی نہیں
دردِ عشقِ عاشقاں ہے لا دوا

آتما کی آنچ سے روتے ہیں وہ
آہ و نالہ ان کا ہے بے ساختہ
گریہ دل کے بوجھ کو ہلکا کرے
ہے شفا آنکھوں کی اشکِ ریختہ

☆☆☆☆☆

# سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

(علی کمیل قزلباش)

جہاں کو زور علیؑ کا دکھائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

شبیہِ احمدِ مرسل کو قتل گہ کی طرف
جو کلمہ گو ہے محمدؐ کی، اُس سپہ کی طرف
وداع کر کے، انھیں آزمائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

حسن کے لال کا چہرہ بھی لال ہو گا جب
علی کے لال کو یہ بھی ملال ہو گا جب

یہ غم بھی سینے میں اپنے بسائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

علم کو ہاتھ میں صاحب علم کے دے دیں گے
لب فرات کی جانب جری کو بھیجیں گے
علیؑ کی یاد جہاں کو دلائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

اے میرے اصغرِ بے شیر، میرے قند و نبات
ترے بغیر ادھوری ہے کربلا کی حیات
لہو پلا کے اسے بھی سلائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

جلیل قدر صحابی رسول اقدسؐ کے
حبیبؓ جائیں گے میدان میں گر کس کے
تو ان کا لاشہ بھی خیموں میں لائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

نبیؐ کا دین بچائیں گے پھر نبیؐ کی طرح
نیا غدیر سجائیں گے پھر نبیؐ کی طرح
علیؑ کا دست امامت اٹھائیں گے مولاؑ

اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

نہیں کوئی، نہیں معبود کوئی اس کے سوا
وہ عمر بھر نہ رہا خوف مجھ کو جس کے سوا

رجز میں بات یہ دہراتے جائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

صدا لگا کے مدد کی ستم کے صحرا میں
کسی کو جب نہیں پائیں گے ساری دنیا میں
تو خیمہ گہ کی طرف آنکھ اٹھائیں گے مولاؑ
اور اس کے بعد سر اپنا کٹائیں گے مولاؑ

☆☆☆☆☆

# نذرِ اہل بیتؑ

(عین سلام)

ہر عمل ہر فکر کو وقتِ رواں
رفتہ رفتہ چاٹ جاتا ہے یہاں
لیکن اہل بیت کے فکر و عمل
تا ابد زندہ رہیں گے بے گماں

عین حق، عین صداقت، اہلِ بیت
پیکرِ عزم و شجاعت اہلِ بیت
ظلم تاریکی جہالت کے خلاف
نجیدِ پیہم کی علامت اہلِ بیت
افتخارِ آخرت ہیں اہلِ بیت
زیست کی روشن جہت ہیں اہلِ بیت

راہِ حق میں گھر کے گھر لٹوا دیے
محسنِ انسانیت ہیں اہلِ بیت
ہو گئے ہیں راہِ حق میں جو شہید
ان شہیدانِ محبت کو سلام
نوکِ نیزہ پہ ہوئے جو سر بلند
ان کی رفعت ان کی عظمت کو سلام

☆☆☆☆☆

# مرثیہ امام عالی مقامؑ

(فیض احمد فیض)

رات آئی ہے شبیرؑ پہ یلغارِ بلا ہے
ساتھی نہ کوئی یار نہ غم خوار رہا ہے
مونس ہے تو اک درد کی گھنگھور گھٹا ہے
مُشفق ہے تو اک دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
تنہائی کی، غربت کی، پریشانی کی، شب ہے
یہ خانۂ شبیرؑ کی ویرانی کی شب ہے

دشمن کی سپہ خواب میں مدہوش پڑی تھی
پل بھر کو کسی کی نہ اِدھر آنکھ لگی تھی
ہر ایک گھڑی آج قیامت کی گھڑی تھی
یہ رات بہت آلِ محمدؐ پہ کڑی تھی
رہ رہ کے بُکا اہلِ حرم کرتے تھے ایسے
تھم تھم کے دیا آخرِ شب جلتا ہو جیسے

اِک گوشے میں ان سوختہ سامانوں کے سالار
ان خاک بسر خانماں ویرانوں کے سردار
تشنہ لب و درماندہ و مجبور و دل افگار
اس شان سے بیٹھے تھے شہِ لشکرِ احرار
مسند تھی نہ خِلعت تھی نہ خدام کھڑے تھے
ہاں تن میں جدھر دیکھیے سو زخم سجے تھے

کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہرِ تسلیم و رضا تھی
ہر ایک نگہ شاہدِ اقرار وفا تھی
ہر جنبشِ لب منکرِ دستورِ جفا تھی
پہلے تو بہت پیار سے ہر فرد کو دیکھا
پھر نام خدا کا لیا اور یوں ہوئے گویا

الحمد قریب آیا غمِ عشق کا ساحل
الحمد کہ اب صبحِ شہادت ہوئی نازل
بازی ہے بہت سخت میانِ حق و باطل
وہ ظلم میں کامل ہیں تو ہم صبر کے کامل
بازی ہوئی انجام مبارک ہو عزیزو
باطل ہوا ناکام مبارک ہو عزیزو

پھر صبح کی لو آئی رُخِ پاک پہ چمکی
اور ایک کرن مقتلِ خوں ناک پہ چمکی
نیزے کی انی تھی خس و خاشاک پہ چمکی
شمشیر برہنہ تھی کہ افلاک پہ چمکی
دم بھر کے لیے آئینہ رُو ہوگیا صحرا
خورشید جو اُبھرا تو لہو ہوگیا صحرا

پر باندھے ہوئے حملے کو آئی صفِ اعدا
تھا سامنے اک بندۂ حق یکّہ و تنہا
ہر چند کہ ہر اک تھا اُدھر خون کا پیاسا
یہ رعب کا عالم کہ کوئی پہل نہ کرتا
کی آنے میں تاخیر جو لیلائے قضا نے
خطبہ کیا ارشاد امامِ شہدا نے

فرمایا کہ کیوں درپئے آزار ہو لوگو!
حق والوں سے کیوں برسرِ پیکار ہو لوگو!
للہ کہ مجرم ہو، گنہ گار ہو لوگو!
معلوم ہے کچھ، کس کے طرف دار ہو لوگو!
کیوں آپ کے آقاؤں میں اور ہم میں ٹھنی ہے
معلوم ہے کس واسطے اس جاں پہ بنی ہے

سطوت نہ حکومت نہ حشم چاہیے ہم کو
اورنگ نہ افسر نہ علَم چاہیے ہم کو
زر چاہیے نہ مال و درم چاہیے ہم کو
جو چیز بھی فانی ہے وہ کم چاہیے ہم کو
سرداری کی خواہش ہے نہ شاہی کی ہوس ہے
اک حرفِ یقیں، دولتِ ایماں ہمیں بس ہے

طالب ہیں اگر ہم، تو فقط حق کے طلب گار
باطل کے مقابل میں صداقت کے پرستار
انصاف کے، نیکی کے، مروّت کے طرف دار
ظالم کے مخالف ہیں تو بے کس کے مدد گار
جو ظلم پہ لعنت نہ کرے آپ لعیں ہے
جو جبر کا منکر نہیں وہ منکرِ دیں ہے

تا حشر زمانہ تمھیں مکّار کہے گا
تم عہد شکن ہو تمھیں غدّار کہے گا
جو صاحبِ دل ہے ہمیں ابرار کہے گا
جو بندۂ حُر ہے، ہمیں احرار کہے گا
نام اونچا زمانے میں ہر انداز رہے گا
نیزے پہ بھی سر اپنا سرافراز رہے گا

کر ختم سخن محوِ دعا ہو گئے شبیر
پھر نعرہ زناں محوِ دعا ہو گئے شبیر
قربان رہِ صدق و صفا ہو گئے شبیر
خیموں میں تھا کہرام جدا ہو گئے شبیر
مرکب یہ تنِ پاک تھا اور خاک پہ سر تھا
اس خاک تلے جنتِ فردوس کا در تھا

☆☆☆☆☆

# اے حسینؑ ابن علیؓ

(فیض رسول فیضان)

باپ تیرا ہے زمانے بھر کے ولیوں کا ولی
اور تیری ماں ہے آغوشِ نبوت میں پلی
اے ، حسینؑ ابن علیؓ

ہے رواں تیری رگوں میں خون اس خاتون کا
جس کو کہنا چاہیے شاخِ رسالت کی کلی
اے حسینؑ ابن علیؓ
تیری جرأت کی بدولت، تیری ہمت کے طفیل
آمریت کی بلا اسلام کے سر سے ٹلی
اے حسینؑ ابن علیؓ
میں نہیں جانے کا سوئے بادشاہانِ جہاں

مجھ کو تیرے آستانے کی ہی گہرائی بھلی
اے حسینؑ ابنِ علیؑ

جاری و ساری ہے اب تک کارزار شہر میں
حق پرستی کی جو تجھ سے رسم تابندہ چلی
اے حسینؑ ابنِ علیؑ

دیدۂ مردانِ حُر روشن ہے جس کے فیض سے
تُو ہے تاریخِ شہادت کا وہ عنوانِ جلی
اے حسینؑ ابنِ علیؑ

عازمینِ کعبہ اپنی راہ پکڑیں شوق سے
منزلِ فیضان ہے تیرا نگر تیری گلی
اے حسینؑ ابنِ علیؑ

☆☆☆☆☆

# سلام تجھ پر

(فارغ بخاری)

حسینؑ میں تجھے خوں کا خراج کیسے دوں
تو رن میں آیا تھا خارا شگاف عزم لیے
ہے بے مثال زمانے میں تیری قربانی

تُو وہ دلیر شجاعت بھی تجھ پہ فخر کرے
تُو وہ عظیم کہ عظمت کو ناز ہے تجھ پہ
تو وہ شہید، شہادت ہے سُرخ رو تجھ سے

جھکا نہ عزم ترا ظلم کی مشیت پہ
رُکے نہ تیرے قدم، وحشتوں کی آندھی سے
ترے جلال نے ہر مصلحت کو ٹھکرایا

سلام تجھ پہ حریفانِ آذری کے خدا
سلام تجھ پہ فقیہانِ سرکشی کے رسول
سلام تجھ پہ مسلّح بغاوتوں کے امام

☆☆☆☆☆

# امامِ عالیؑ

(کشور ناہید)

تمہارے دم سے امامِ عالیؑ
گلاب کے معجزے بھی صحرا میں ہم نے دیکھے
یہ ہم نے دیکھا
کہ وہ فضائیں بھی نیلگوں ہیں
جہاں کہیں رات ڈھل نہ پائی
یہ ہم نے دیکھا
کہ رنگِ صحرا
ردائے زینبؑ کے غم میں بے حال
نامرادی کے بین کرتی بلک رہی ہے
ہم نے دیکھا

ہمارے پیاروں کے پیاسے
ہونٹوں کی داستاں
اَب تلک تم سے
ہر ایک موسم کے اُوس لمحوں کو
آگ بن کر جلا رہی ہے
یہ ہم نے دیکھا زمیں کی قسمت میں جتنی
زردی تھی
صرف صحرائے نجد ہو کر
ہوا کی تحریر بن گئی ہے
یہ ہم نے دیکھا
تمام بچوں کے پھول چہروں کی آب
جب کربلا میں اُجڑی
تو سینۂ موجِ فرات بھی
حدتِ خفگاں سے اُبل پڑی تھی
تمہارے دم سے امامِ عالیؑ
حباب کے معجزے بھی صحرا میں ہم نے دیکھے
یہ ہم نے دیکھا
کہ تم نہیں تھے تو ہر نظر میں تمہاری تصویر تھی ہُویدا
ہر ایک اوجِ وفا پہ تحریر تھا اُجالوں کا سبز سایہ

یہ ہم نے دیکھا

کہ تم نے پایا حیاتِ وجہِ حیات وہ رتبۂ شہادت

کہ بخشِ ہستی

فضا کی دہلیز سے لپٹ کر

بجائے غم کو ترس رہی ہے

تمہارے دم سے امامِ عالیؑ

گلاب کے معجزے بھی صحرا میں ہم نے دیکھے

☆☆☆☆☆

## بستے رہے......

(مجید امجد)

بستے رہے سب تیرے بصرے، کوفے
اور تیرے پر بازاروں، بازاروں گزرا
سر............سروز کا
قید میں، منزلوں منزلوں روئی
بنتِ ماہِ عرب کی
اور ان کی شاموں کے نخلستانوں میں
گھر گھر، روشن روشن رہے الاؤ!
چھینٹے پہنچے تیری رضا کے ریاضوں تک خونِ شہدا کے
اور تیری دُنیا کے دشتوں میں بے داغ پھریں زرکار عبائیں!
مالک تو اپنے ان شتی جہانوں کے غوغا میں

ہمیں عطا کر......

زیرِ لب ترتیلیں، اُن ناموں کی، جن پر

تیرے لبوں کی مہریں ہیں

☆☆☆☆☆

# زمینِ کربلا

(محمد جان عاطف)

زمینِ کربلا بنجر تھی تُو بس ایک صحرا تھی
تُو اک مدت سے پیاسی تھی
نہ پانی تھا، نہ سبزہ تھا، نہ تجھ میں پھول اُگتے تھے
تُو اک بنجر زمیں، صدیوں سے اک ویران وادی تھی
نہ انساں اس طرف جاتے نہ کوئی قافلہ جاتا
زمینِ کربلا تجھ پر زمانہ تھُن کرتا تھا
تجھے اے کربلا! ابنِ علی نے خون سے سینچا
بہتر تن تری تپتی ہوئی بنجر زمیں پر خوں گرا آئے
تجھے جنت بنا آئے
زمینِ کربلا تو ناز کر خود اپنی قسمت پر

تجھے ابن علی نے خوں سے سینچا ہے
ترا رتبہ زمانے بھر میں اونچا ہے
زمین کربلا تاریخ کا تو باب زریں ہے
میں تیری خاک کو سرمہ بنا کر آنکھ میں ڈالوں
زمین کربلا تو جاودانی ہے
شہیدوں کا لہو تجھ پر گرا ہے
زمانہ آج بھی تجھ پر فدا ہے
کہ تیری خاک بھی اب کیمیا ہے

# حسینی ماہیے

(محمد شفیق انصاری)

یہ کیسا مہینہ ہے
پھر سوگِ حسینی میں
زخمی مرا سینہ ہے

بے جرم سزائیں ہیں
کربل میں ہر اک جانب
پانی کی صدائیں ہیں

احمد کا نواسہ ہے
کربل میں علی اصغر
سہ روز سے پیاسا ہے

تاریخ کا حصہ ہے
بکھرا ہے لہو جس کا
مہکا ہوا صحرا ہے

☆☆☆☆☆

# بحضور شہزادۂ کونین

(محمد طفیل حزیںؔ)

خوشا نصیب کہ ذکرِ حسینؑ کرتا ہوں
خرد کے خاکے میں ایماں کا رنگ بھرتا ہوں
حسین علیہ السلام جس کی فضیلت بیاں رسولؐ کریں
حسینؑ منی وانا من الحسینؑ کہیں
میں اس کو سن کے بھلا کس طرح خموش رہوں
سرِ بساطِ جہاں برملا یہ کیوں نہ کہوں
حسینؑ پرچمِ اسلام کی سر افرازی
حسینؑ باعثِ تقویتِ دلِ غازی
حسینؑ حوصلہ دُنیا میں سر فروشوں کا
حسینؑ سید و سر خیل حق نیوشوں کا

حسینؑ وہ ہے کہ یکتا ہے منزلت جس کی
دیارِ صبر پہ دائم ہے سلطنت جس کی
ہر آن جس کا زمانے میں فیض جاری ہے
لقب جہان میں مہمانِ کربلا جس کا
حدودِ عقل سے آگے ہے مرتبہ جس کا
وہ جس کا ذکر ہے ایمان کی توانائی
خدا شناس دلوں پہ ہے جس کی دارائی
بجا ہے جس کو نبیؐ دامنِ سا کہنا
علیؑ کی جان دلِ شاہ ہدیٰ کہنا
ہوا ہے کفر و جہالت کا خاتمہ جس سے
سدا بہار ہے گلزار فاطمہؑ جس سے
وہ جس نے پرچمِ باطل اُکھاڑ ڈالا ہے
جو بزمِ کفر میں توحید کا اُجالا ہے
مثالِ مشعلِ تاباں ہے زندگی جس کی
قدم قدم پہ جہاں میں ہے روشنی جس کی
نہ رستہ روک سکے مل کے اہلِ شر جس کا
خدا کے بعد کہیں بھی جھکا نہ سر جس کا
جو پاسبانِ گلستانِ دینِ حق ہے
زمیں پہ غیرتِ خورشید بن کے چمکا ہے

بھرے جہاں میں ہے توصیف گو ہے گو جس کی
ہر اک نگاہ میں یکساں ہے آبرو جس کی
نثار کر کے رہِ حق میں زندگی جس نے
سکھائے دہر کو آدابِ بندگی جس نے
ہم اوجِ عرش تہِ آسماں ہے جس کا مقام
سلام اس پہ حزیںؔ کا ہزار بار سلام

☆☆☆☆☆

# حسینؑ لاکھوں سلام تم پر

(محمد فیروز شاہ)

حسینؑ تُو نے محبتوں کو وفا کی منزل کی رہ دکھائی
ہزار طوفان وقت کے بے کراں سمندر میں آئے لیکن
تمھاری پائندہ عظمتوں کا علم سر افراز رہا ہے
ہر ایک لمحے کا رُخ منور ہے تیرے ہی عشق کی قبا ہے
یہ عشق تو نے جسے جہاں میں ثباتِ ابدی عطا کیا ہے
تری بدولت ہی عظمتوں کی فراز چوٹی پہ جا کھڑا ہے
حسینؑ لاکھوں سلام تم پر
کہ تم نے انساں کو در حقیقت
شعورِ ہستی عطا کیا ہے، مقامِ انسانیت دیا ہے
برستے تیروں، اُچھلتے نیزوں کے سائے میں بھی نماز پڑھ کر

مقامِ انساں ملائکہ سے بلند تر کتنا کر دیا ہے
حسینؑ تُو عظمتوں کا پیکر، بلند تر ہے مقام تیرا
کہ تو نے اپنے لہو سے دیں کی صداقتوں کو رقم کیا ہے
مرے قلم میں تو سچے جذبوں کے ولولے بھی نہیں رہے اب
مرا قلم اب ہے ایک تیشہ کہ جس سے مکر و فریب کے بُت
گھڑے گئے ہیں، گھڑے ہی جاتے رہیں گے شاید
حسینؑ تو ایک بُت شکن ہے خدا پرستی پیام تیرا
مرے قلم نے نجانے کتنے ہی جھوٹ کے بت تراش ڈالے
خدا کی وحدانیت بھلا کر خداؤں کے اژدھام پالے
سرِ مبارک جھکا نہیں تھا سوا خدا کے کسی کے آگے
مرا قلم سرنگوں رہا ہے ہر ایک کُرسی نشیں کے آگے
مرے قلم میں سکت نہیں ہے کہ سچے جذبوں کا ترجماں ہو
کہ یہ تو بس بیٹھا مردہ لفظوں کے باسی پھولوں کے ہار گوندھے
یہ ساری باتیں صحیح ہیں لیکن
امامِ عالی مقام! اب بھی
کبھی کبھی دل کے کھنڈروں میں جوان جذبے سے جاگ اُٹھے ہیں
کہ جیسے ویران مقبروں میں چراغ کوئی جلا کے رکھ دے
کبھی کبھی وجد میں جو آئی تو دل کی دھڑکن پکار اُٹھی
حسینؑ! لاکھوں سلام تم پہ
حسینؑ! لاکھوں سلام تم پہ

# درسِ تکمیلِ دیں

(مرتضیٰ برلاس)

ایثار کے نمونے شہیدانِ کربلا
تکمیلِ دیں ہوئی سرِ میدانِ کربلا
تکمیلِ دیں کا درس کہ ازبر ہے آج بھی
شوقِ جہاد سینوں کے اندر ہے آج بھی
نشہ ہے جن کو کثرتِ آلاتِ حرب کا
دیکھیں ذرا اٹھا کے وہ تاریخ کربلا
کٹوا کے اپنے پیر و جواں، طفل پھول سے
ہم کو سبق ملا ہے یہ سبطِ رسولؐ سے
باطل کی قوتوں سے جو خطرہ ہو دین کو
رنگین کر دو اپنے لہو سے زمین کو

ہے آبروئے نوعِ بشر جو شہید ہے
انسانیت کے نام پہ دھبہ یزید ہے

☆☆☆☆☆

# حسینؑ خاموش کیوں کھڑا ہے

(مُشیر کاظمی)

حسینؑ خاموش کیوں کھڑا ہے
تُو اپنے خیمے کی آگ لے کر
یزید کی سلطنت جلا دے
گرا دے تاج و سریرِ شاہی
ملوکیت کے نشاں مٹا دے
تراش وہ فلسفہ خودی کا
کہ شرحِ بدر و حنین نکلے
اگر ہو کوئی یزید پیدا
تو کوئی شابِ حسینؑ نکلے
حسینؑ کارِ عظیم کر جا

کہ یاد ہر خاص و عام رکھے
یزیدیت اس طرح مٹا جا
یزید کوئی نہ نام رکھے

☆☆☆☆☆

# اے کربلا، اے کربلا

(مصطفیٰ زیدی)

بعدِ امامِ لشکرِ تشنہ دہاں، جو کچھ ہوا!
کس سے کہوں، کیسے کہوں، اے کربلا، اے کربلا
کیسے تم ہو بے کسی، بے حرمتی کی داستاں
اِک گنبدِ عالی نسب کی دن بدن رُسوائیاں
اِک مشک جس کو کر گئی سیراب تیروں کی زباں
اِک سبز پرچم جھک گیا جو خاک و خوں کے درمیاں
اِک آہ جو سینے سے نکلی اور فضا میں کھو گئی!
اِک روشنی جو دن کی ڈھلتی ساعتوں میں سو گئی
وہ دودمانِ حیدریؑ کی آلِ پیغمبرؐ کی لاش
وہ آنچلوں کی گود میں سوئے ہوئے اکبرؑ کی لاش

وہ اک بریدہ بازوؤں والے علم پروڑ کی لاش
وہ دودھ پیتے لوریاں سنتے علی اصغرؑ کی لاش
معصوم بچے وحشیوں کی جھڑکیاں کھائے ہوئے
عونؑ و محمدؑ چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیلائے ہوئے
سجادؑ سے زینبؑ کا یہ کہنا کہ مولا جاگیے
غفلت سے آنکھیں کھولیے لٹتا ہے کنبہ جاگیے
اُٹھتے ہی شعلے دیکھیے جلتا ہے خیمہ جاگیے
اے باقیِ ذریتِ یٰسین و طٰہٰ جاگیے
سارے محافظ سو رہے ہیں اشقیا بیدار ہیں
طوق و سلاسل منتظر ہیں بیڑیاں تیار ہیں
ناموسِ اہلِ بیتؑ کی سر سے ردا بھی چھن گئی
جو سجدہ گاہِ قدسیاں تھیں وہ قبا بھی چھن گئی
اُلٹی قناتوں میں رواں آتش یزیدی جاہ کی
کتنی صفوں میں در بہ در عزت رسولؐ اللہ کی
جس ہاتھ سے تھپڑ پڑے وہ ہاتھ کب کردار تھا
عارض سکینہؑ کے نہ تھے تاریخ کا رُخسار تھا
تردید کی تکرار میں حق کی صدا بڑھتی گئی
جبر و تشدد میں نوائے بے نوا بڑھتی گئی
جتنا شعارِ محتسب دشوار تر ہوتا گیا
اتنا ہی ذکرِ خونِ ناحق مشتہر ہوتا گیا

# حسینؑ اور کربلا

(مظفر نقوی)

کہیں پہ صبر کہیں پہ جفا بلند رہی
ازل سے تا بہ ابد کربلا بلند رہی
کہیں پہ ظلم کی ہر سو فضا بلند رہی
کہیں پہ گرمیِ عشقِ خدا بلند رہی
کہیں پہ شدتِ بادِ قضا بلند رہی
کہیں پہ پیاس میں طرزِ وفا بلند رہی
میں ظلم و جور لکھوں صبر اور وفا لکھوں
میں کربلا کی مقدس زمیں کو کیا لکھوں
اسی زمیں میں ہے آلِ ابو ترابؑ کا خون
اسی میں قاسمؑ و اکبرؑ کے لیے شباب کا خون

یہ سر زمین معلی یہ پاک باز فضا
اسی میں رہتا ہے کون و مکاں کا عقدہ کشا
یہ نینوا بھی ہے شط فرات و کرب و بلا
اسی کا ذکر بنا قدسیوں کی پاک غذا
اسی زمین پہ رہتا ہے انبیا کا ہجوم
اسی زمیں کے تقدس کی عرش پر ہے دھوم
اسی کے ذکر سے کونین میں سویرا ہے
حسین دل میں نہ ہوا تو فقط اندھیرا ہے
حسین ہی نے جہالت کے بُت کو توڑا ہے
بحُر کو خلد کی جانب اسی نے موڑا ہے
اسی زمیں کا ہر اک احترام کرتا ہے
اسی زمین کو کعبہ سلام کرتا ہے
اسی زمین پہ جبریل آتے جاتے ہیں
پئے سلامِ ذبح و خلیل آتے ہیں

☆☆☆☆☆

# اِذنِ جہاد

(مظہر عباس چودھری)

علی اصغرؑ! تجھے قاتل کی کماں توڑنی ہے
علی اکبرؑ تجھے ظالم کی بستاں توڑنی ہے
میرے عباسؑ وفا کے پیکر!
توڑنا ہے تجھے باطل کا غرور
چاہے ممکن ہو یہ بازو دے کر
خوب لڑنا ہے مرے عونؑ و محمدؑ تم کو
خلق کو جعفرِ طیارؑ کی یاد آ جائے
نقطۂ اوج پہ حیدرؑ کا جہاد آ جائے
قاسمؑ نوشۂ حسنؑ کے دل بر!
تجھ کو اسلام پہ کٹ مرنا ہے
بکھر جائیں سرِ میداں تیرے اعضائے بدن

اس عجب شان سے کل لڑتا ہے
اے مرے ابن مظاہرؓ! مرے مسلمؓ! مرے جونؓ
تم سے اصحاب کہاں، کس کو ملے؟
ٹھوکریں مار کے سیم و زر کو
تم کڑے وقت مرے ساتھ رہے
خوب لڑتا ہے مرے عون و محمدؑ تم
خلق کو جعفر طیارؓ کی یاد آ جائے
نقطۂ اوج پہ حیدرؓ کا جہاد آ جائے

# حسینؑ اپنی محبت کے یوں چراغ جلا

(مظہر عباس چودھری)

حسینؑ اپنی محبت کے یوں چراغ جلا
کہ قلب و ذہن میں اک روشنی سی بھر جائے
حسینؑ دشت میں اک شب چراغ گل کر دے
حسینؑ دے کے محبوں کو اپنے اذنِ وداع
یہ دیکھ، کیا یہ ترے جاں نثار کہتے ہیں!؟
ترے بغیر مگر زندگی کریں گے کیا؟
ترے بغیر مریں گے بھی تو مریں گے کیا؟
وہ تیرے ابنِ مظاہر کے ولولے آقا
وہ عوسجہ کا ترے ذوقِ اختیارِ جہاد
وہ تیرے شیر برادر کا نعرۂ تکبیر

لبِ فرات وہ پیاسوں کا بات پر ڈٹنا
وہ تیرے قاسم و اکبر کا ریت پر کٹنا
وہ تیرے ننھے مجاہد کا بے مثال جہاد
لرز کے رہ گئے جس سے یزید و ابنِ زیاد
حسینؑ! اے سفیرِ شہادت اُجالنے والے
حسینؑ! ظلمتِ باطل کو پھاڑنے والے
حسینؑ! نور کی سوغات بانٹنے والے
حسینؑ اپنی محبت کے یوں چراغ جلا
کہ قلب و ذہن میں اک روشنی سی بھر جائے
حسینؑ اپنی عنایت کی انتہا کر دے
حسینؑ درد کی لذت سے آشنا کر دے
حسینؑ دل کو مرے مثلِ کربلا کر دے

☆☆☆☆☆

# اے شامِ غریباں

(نعمان منظور)

یہ آنکھ ہوئی جاتی ہے نم! شامِ غریباں
ہاں تیرے عزا دار ہیں ہم شامِ غریباں

لکھا نہ ترے سوگ میں ہم نے بھی کوئی حرف
ٹوٹا ہے کئی بار قلم! شامِ غریباں

زینبؑ کی ردا میں ہیں بھرے ریت سے منظر
عباسؑ کا جلنے دے علم! شامِ غریباں

میں ماتمِ شبیرؑ کا اک حلقۂ زنجیر
رکھنا مرے اشکوں کا بھرم! شامِ غریباں

نعمانؔ کے دامن میں بھی اک آگ لگی ہے
اے شامِ رضا! شامِ الم! شامِ غریباں

☆☆☆☆☆

# لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

## (شامِ غریباں)

(نور بجنوری)

جب کربلا میں ختم وفا کا سبق ہوا
رنگیں کتابِ عشق کا اِک اِک ورق ہوا
ہر ذرہ تھا کے مثالِ شفق ہوا
وہ روشنی کہ سینۂ ظلمات شق ہوا
ہر اشکِ خوں لیے ہو مہتاب آ گیا
ظلمت کدوں میں نور کا سیلاب آ گیا

خونِ حسینؑ! ابر گہر بار بن گیا
کلیوں کا رنگ پھول کی مہکار بن گیا
سینوں کا عزم تیغ کی جھنکار بن گیا

ہر سیلِ ظلم کے لیے دیوار بن گیا
وردِ زباں ہے اسمِ مکرم حسینؑ کا
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

ہاں بزمِ کائنات کا حاصل حسینؑ ہیں
یہ بحر بے کراں ہے تو ساحل حسینؑ ہیں
ہر ظلم، ہر جفا کے مقابل حسینؑ ہیں
ہر معرکے میں آج بھی شامل حسینؑ ہیں
سوکھے پڑے ہیں ظلم کے دھارے جگہ جگہ
بکھرے ہوئے ہیں چاند ستارے جگہ جگہ

وہ صاحبِ نسب کہ شرافت انھی سے ہے
ایثار ان کے دم سے مروت انھی سے ہے
صبر و رضا، تحمل و جرأت انھی سے ہے
حق تو یہ ہے کہ حق کی بھی نصرت انھی سے ہے
اب تک حسینیوں کا ستارہ ہے اوج پہ
بجلی کڑک رہی ہے یزیدوں کی فوج پہ

☆☆☆☆☆


معجزات آل محمدؐ
احسن الجوابات
علی کی جنگیں
بہشت
معجزات آل محمدؐ
مجالس یزدی